(علیہ السلام)

قصۂ حضرت یوسف

توریت اور قرآن کے بیانات کا موازنہ

از جناب ابواللیث شبیر محمد صاحب ندوی

توریت ایک آسمانی کتاب ہے جس پر ایمان لانا، اسی طرح ضروری ہے، جس طرح قرآن پر کتاب اللہ کے اندر متعدد آیتیں ہیں جن میں اگلی کتابوں کو بھی ماننا اسلام کا جزء قرار دیا گیا ہے؛ ایک جگہ خدا نے فرمایا ہے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ. اگلے رسولوں کو جو آسمانی کتابیں دی گئی ہیں ان میں سے بعض کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔ انھیں میں سے توریت بھی ہے، جس کے متعلق تصریح ہے کہ یہ حضرت موسیٰ کو عطا کی گئی تھی، اس لئے توریت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے لیکن توریت کے منزل من اللہ تسلیم کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے موجودہ نسخوں کو بھی تسلیم کریں اور اس میں جو کچھ رطب و یابس ہے سب پر ایمان لائیں، کیونکہ عقلی و نقلی دلائل اور خود قرآن کی تصریح سے توریت اور انجیل کا محرف ہونا ثابت ہے اور اکثر غیر متعصب یہودی اور عیسائی علماء کو اس کا اعتراف ہے

اگرچہ علماء کا اختلاف ہے کہ بائبل میں تحریف لفظی ہوئی ہے یا معنوی، لیکن میرے نزدیک صحیح اور قرین قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں قسم کی تحریفیں ہوئی ہیں لفظی بھی اور معنوی بھی جس طرح عیسائیوں نے ابن اور اب کے الفاظ کو جو اظہار شفقت کے موقع پر استعمال کیے گئے تھے، ان کے حقیقی معنوں پر محمول کر دیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشینگوئیوں کو تاویل کرکے دوسرے قالب میں ڈھال دیا، اسی طرح

انھوں نے ان مقدس صحیفوں کے اندر انبیاء کرام کے متعلق ایسی فحش اور بیہودہ باتیں اپنی طرف سے گھڑ کر منسوب کر دیں جن کو سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس کی اگر تفصیل معلوم کرنی ہو تو دیکھیے خروج باب ۳۲ - پیدائش باب ۱۹ آیت ۳۰-۳۸ - صموئیل دوم باب ۱۱ - آیت ۲ - ۱۳ -

قرآن کی شہادتیں، توریت و انجیل کی تحریف کے بارے میں بالکل صحیح ہیں۔ متعدد جگہ قرآن میں اہل کتاب کے لیے فرمایا گیا ہے کہ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ، قرآن کی یہ بھی شہادت ہے کہ بہت سی باتیں وہ بھول گئے۔ سورۂ مائدہ میں ہے کہ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِہٖ ۔ بھولنے کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ بخت نصر اور انتونیوس وغیرہ کی چیرہ دستیوں اور بیت المقدس پر ان کے حملوں اور تباہ کاریوں کے بعد اصلی توریت اور صحف انبیا ضائع ہو گئے اور اس کے بعد چونکہ مدت تک ان کی تعلیمات کا سلسلہ روایت بالمعنی کے طور پر جاری رہا اور عرصہ دراز کے بعد انھیں روایتوں کو عزرا کاتب نے جمع کر کے موجودہ توریت کو مرتب کیا اس لیے بعض واقعات کی ترتیب میں فرق آ گیا اور بہت سی باتیں اصل میں داخل ہو گئیں اور بہت سی باتیں قید تحریر میں آنے سے رہ گئیں۔ اس کے علاوہ وہ قصداً بھی بہت سی چیزیں چھپاتے تھے اسی لیے خدا نے فرمایا کہ یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتٰبِ اور بہت سی باتیں وہ اپنے اغراض و مقاصد کے لیے اصل کتاب میں ملا دیتے تھے خدا فرماتا ہے۔ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْھِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللہِ لِیَشْتَرُوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۔ ریورنڈ ٹامسن اپنی کتاب ہسٹری۔ آف دی انگلش بائبل کے صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں "احبار نے اٹھارہ مقامات میں توریت کو بدل دیا"۔ اور صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں "لیکن کتاب قاضیوں باب ۱۸ آیت ۳۰ کے متن میں قصداً تحریف ہوئی۔ کیونکہ یہوناتان کو جو مرتد ہو کر قوم دان کا کاہن بنا منسی کا پوتا لکھا ہے حالانکہ وہ موسیٰ کا پوتا تھا لیکن احبار نے حضرت موسیٰ

کی کسر شان کے لحاظ سے یہ مناسب نہ جانا کہ آپ کا پوتا مرتد مشہور ہو اس لیے آپ کے نام کے عوض منسی[1] لکھ دیا، جب احبار نے محض اس بنا پر موسیٰؑ کی جگہ پر منسی بنا دیا کہ ان کے نزدیک پوتے کا مرتد مشہور ہونا موسیٰؑ کے لیے باعث ننگ و عار تھا تو اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے کتنے مقامات پر اپنے عقائد اور خیالات کے مطابق تبدیلی کر دی ہوگی۔ اس لیے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ

"... عرصہ دراز تک کتب مقدسہ کا مطالعہ جرح و تعدیل کے مستند اصول سے محروم رہا یہود بھی اسی عبرانی نسخہ کی پیروی کرتے تھے جس کی نسبت مشہور تھا کہ غالباً دوسری صدی عیسوی میں صحیح کیا گیا ہے اور بعد ازاں احتیاط سے محفوظ رکھا گیا ہے لیکن اس نسخہ میں چند تحریفیں تو ایسی ہیں جو صاف نظر آتی ہیں اور غالباً ایک کافی تعداد ایسی تحریفیں اور بھی موجود ہیں جن کی شاید ابھی پورے طور سے تشخیص بھی نہ ہو سکے"[2]

یہ وجوہ توریت کو ناقابل اعتبار ٹھیرانے کے لیے بالکل کافی ہیں لیکن اسی کے ساتھ یہ بات بھی لائق اعتبار ہے کہ اصل توریت کے ضائع ہو جانے کی وجہ سے اہل کتاب مدت دراز سے صرف اس کے تراجم پر اکتفا کرتے چلے آتے ہیں۔ انسائکلوپیڈیا کا جو اقتباس اوپر درج ہے اس میں یہ بھی تحریر ہے کہ "عیسائی اور بالخصوص یہود علماء کی حالت اس سے بھی زیادہ بدتر تھی کیونکہ پانچویں صدی عیسوی تک شاذ و نادر مستثنیات کے اور پانچویں صدی سے پندرہویں صدی تک بلا استثناء ان بزرگوں نے تمام تر ترجموں پر اکتفا کیا ہے۔" اور چونکہ توریت کی اصل زبان عبرانی میں حروف علت نہ تھے اور صحیح حروف میں بھی بعض حروف بعض سے اس قدر مشابہ ہیں کہ ذرا سی بے احتیاطی میں عبارت کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے اور بسا اوقات عبارت میں اتنی مختلف جا ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے مثلاً کتاب اول صموئیل باب ۱۴ آیت ۱۸ میں ہے "طالوت نے اخیاہ سے کہا کہ تابوت کو یہاں لا کیونکہ تابوت اس وقت بنی اسرائیل کے پاس تھا" لیکن محققین کے نزدیک یہ عبارت غلط ہے۔ کیونکہ تابوت اس وقت بنی اسرائیل کے پاس نہیں بلکہ ان کے دشمنوں کے پاس تھا۔ اس لیے

[1] بحوالہ تاریخ صحف سماوی صفحہ ۲۳
[2] انسائکلوپیڈیا برٹانیکا جلد دوم طبع سیزدہم بحوالہ تاریخ صحف سماوی ۳۰

اس وقت کے مشاہیر علما، اہل کتاب یہ کہتے ہیں کہ اصل عبارت یوں ہوگی "اور طالوت نے اخیار سے کہا کہ جبہ پہنا اللہ کیوں کہ اس نے اس وقت جبہ پہنا" چونکہ عبرانی میں جبہ اور تابوت کے حروف مشابہ ہیں اس لیے یہ فرق ہوگیا غور فرمائیے کہ دونوں عبارتوں میں کتنا فرق ہے لیکن ترجمہ کی ذرا سی بے احتیاطی نے کیا سے کیا کر دیا، ترجمہ کی ذرا سی لغزش سے جب بات اتنی بدل سکتی ہے تو کیا یہ کہنا بجا ہوگا کہ موجودہ بائبل محرف اور ناقابل اعتبار ہے؟

یہاں پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر آسمانی صحیفے اس حد تک مسخ اور ناقابل اعتبار ہو چکے تھے تو پھر قرآن نے کیوں اس سے جا بجا حجت پیش کی ہے اور کیوں اہل کتاب کو اس کی اقامت اور پیروی کا حکم دیا ہے اور کیوں مومنین اہل کتاب کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ یہ لوگ اپنی کتابوں پر عمل کرتے ہیں۔ یہ سوال یقیناً اہم ہے اور ضرورت ہے کہ اس قسم کی ہدایات کو الگ کر کے اس کا جواب دیا جائے لیکن اس وقت میں اس تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتا، انشاء اللہ پھر کبھی اس پر تفصیلی گفتگو کی جائے گی لیکن مختصراً اسے یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن میں جہاں جہاں توریت و انجیل کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا ان میں سے کسی چیز سے استدلال کیا گیا ہے وہاں پر توریت و انجیل سے وہ توریت و انجیل مراد نہیں جس کو یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی بدبختی سے مسخ کر دیا بلکہ وہ کتابیں مراد ہیں جو ان ناموں کی، حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر جگہ اللہ تعالیٰ نے توریت و انجیل کے الفاظ کی جگہ پر، مَا اُنزِلَ مِن قَبلُ اور مَا بَینَ یَدَیہِ (القرآن) وغیرہ الفاظ استعمال کیے ہیں کیونکہ توریت و انجیل اگرچہ قرآن میں، اصلی توریت و انجیل ہی کے لیے بولا گیا ہے لیکن اس سے محرف توریت و انجیل کی طرف بھی ذہن منتقل ہو جاتا ہے بخلاف مَا اُنزِلَ مِن قَبلُ وغیرہ کے کہ اس سے بہر حال وہ اصلی اور حقیقی تعلیمات و شرائع ہی مراد ہوں گی جو ان نبیوں پر نازل ہوئیں۔

یہ دیکھ کر واقعی سخت صدمہ ہوتا ہے کہ ان قوموں نے اپنے مقدس صحیفوں کو اس طرح مسخ کر دیا ہے کہ ان کے اندر اصلی تعلیمات کا پتہ لگانا دشوار ہو گیا ہے۔ اور زیادہ افسوس تو اس کا ہے کہ اصلی توریت و

انجیل کے ضایع ہو جانے اور ان کے محرف اور غلط ترجموں کی کثرت اشاعت اور شہرت کی وجہ سے بائبل کی تلافی اور تصحیح کا کوئی موقع باقی نہیں رہا لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس نے اپنی آخری کتاب نازل فرما کر توریت و انجیل کی بہت سی اہم تحریفات کا پردہ چاک کیا اور لوگوں کو ان کی اصلیت سے آگاہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ فرمایا ہے کہ قرآن کے اندر اگلی کتابوں کی تفصیل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ۔ ایک جگہ ہے۔ إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ قرآن نے زیادہ تر بائبل کی انہی تحریفات کے اور ان کی چھپائی ہوئی باتوں میں انہیں باتوں کے اظہار و کشف کی طرف توجہ کی ہے جن کا تعلق شریعت محمدی کے کسی خاص اہم پہلو سے تھا۔ اس لیے بہت سی باتیں اب بھی روشن نہ ہو سکیں اور ان پر تحریف اور نسیان کا پردہ پڑا رہا۔ مذکورہ بالا آیتوں میں دیکھیے کہ يَعْفُو عَن كَثِيرٍ کی تصریح کے علاوہ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ فرمایا ہے اس کی وجہ یہی ہے جس کی طرف میں نے اوپر اشارہ کیا اس لیے لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بائبل کے اندر ان مقامات کے علاوہ جن کی تحریف کی طرف اشارہ کیا گیا۔ بہت سے ایسے مقامات ہیں جو محرف اور غلط ہیں یہی وجہ ہے کہ بائبل کی بہت سی باتیں قرآن کی بیان کردہ باتوں سے متضاد یا مخالف ہیں یہاں تک کہ قصص و حکایات کے اندر بھی شدید اختلاف پایا جاتا ہے حالانکہ ان کے اندر اختلاف نہیں ہونا چاہیے کیونکہ واقعات زمانہ کے ساتھ بدل نہیں جایا کرتے لیکن چونکہ اہل کتاب نے بہت سی باتیں قصداً اپنے مروجہ عقاید یا اپنے اغراض و اہواء کے مطابق بدل دیں اور اصل نسخوں کے ضائع ہو جانے کے بعد مدت کے بعد بائبل کی ترتیب وقوع میں آئی اس لیے لبیا کہ اس قسم کے مواقع پر عموماً پیش آتا ہے بہت سی باتیں لکھی نہ جا سکیں بہت سی زاید باتیں داخل ہو گئیں اور بہت سے واقعات کی ترتیب میں فرق آ گیا اسی کے ساتھ ترجموں کی غلطیوں کی وجہ سے بہت سی باتیں اپنی اصل صورت

میں باقی نہ رہیں۔ ان وجوہ سے قرآن اور بائبل کے قصوں میں زمین آسمان کا فرق ہوگیا اس اختلاف کے کرشمے تو اکثر جگہ نظر آتے ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ حضرت یوسفؑ کا قصہ، توریت میں قرآن سے بہت زیادہ مختلف ہے آج میں اسی اختلاف کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں لیکن اس سے قبل بطور تمہید کے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اگرچہ اہل کتاب نے اپنے اغراض واہوا کے مطابق اصل کتاب میں بہت کچھ تبدیلیاں کر دی ہیں یا سہو، نسیان اور ترجمہ کی وجہ سے ہوگئی ہیں جس کی بنا پر بعض قصوں کے بعض یا اکثر اجزاء مشکوک اور مشتبہ ہیں لیکن اس کے باوجود اکثر قصص ایسے ہیں جنمیں بظاہر تحریف کا کوئی داعیہ موجود نہیں تھا اس لیے وہ تحریف سے بھی محفوظ ہوں گے۔ اس بنا پر توریت کے قصص اس وقت تک صحیح باور کیے جاسکتے ہیں جب تک کسی عقلی یا نقلی دلیل سے ان کا غلط ہونا معلوم نہ ہو جائے، اس لیے توریت کے مطالعہ کے وقت حسب ذیل اصول کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

۱- اختلاف بیان اور تضاد کے موقع پر قرآن کا بیان قابل یقین ہے کیونکہ قرآن متواتر ہے محفوظ ہے، بخلاف توریت کے کہ اس کا محرف اور غیر محفوظ ہونا سطور بالا میں، قرآن اور محققین کے بیانات سے ثابت ہو چکا ہے۔

۲- بعض آیات قرآنی کے متعلق، مفسرین نے جو احتمالات پیدا کیے ہیں۔ ان میں اسی احتمال کو قوی تسلیم کیا جائیگا جو توریت کی تصریح کے موافق ہو، بشرطیکہ توریت کی تصریح، کسی عقلی یا نقلی دلیل سے غلط ثابت ہو جائے۔

۳- جو باتیں توریت میں ہیں اور قرآن میں نہیں وہ صدق و کذب، دونوں کی محتمل ہیں۔

۴- جو باتیں، قرآن میں ہیں اور توریت میں نہیں ان کو ماننا اور ان پر یقین کرنا ضروری ہے کیونکہ توریت میں نہ ہونے سے ان کا غلط ہونا لازم نہیں آتا۔

آئیے اب! ان اصول کو پیش نظر رکھکر سورۂ یوسف پر غور کیا جائے۔

سورۂ یوسف میں اور سورتوں کے خلاف مختلف انبیاء کرام کے تذکرہ کے بجائے صرف حضرت یوسفؑ کے تذکرہ پر اکتفا کیا گیا ہے اور انہیں کا قصہ عام اسلوب قرآن کے برعکس زیادہ شرح وبسط سے بیان کیا گیا ہے۔ توریت میں بھی اس کی پوری تفصیل موجود ہے لیکن دونوں میں چند حیثیتوں سے اختلاف ہے۔

۱۔ توریت میں قرآن سے کچھ زاید باتیں ہیں۔

۲۔ قرآن میں توریت سے کچھ زاید باتیں ہیں۔

۳۔ قرآن کے بعض بیان، توریت سے متضاد یا مخالف ہیں۔

اب ان میں سے ہر ایک پر تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

۱۔ حضرت یوسفؑ کا قصہ، اگر آپ قرآن اور توریت، دونوں جگہ ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو توریت میں بہت کچھ باتیں زیادہ ملیں گی مثلاً توریت میں خواب دیکھنے کے وقت حضرت یوسفؑ کی عمر ان کے بھائیوں کے بکریاں چرانے کی جگہ، جس قافلہ نے حضرت یوسفؑ کو کنویں سے نکالا اس کا پتہ، خریدنے والے کا نام اس کی بیوی کا نام، اس کا منصب اور حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کے نام اور دوسری چیزیں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ اسی طرح اثنا بیان ہی میں، حضرت یوسف کا قصہ، ملتوی کرکے ایک پورے باب میں، یہودا کے ایک عورت کے ساتھ زنا کرنے اور حرامی اولاد پیدا ہونے کا بیان ہے اور حضرت یعقوبؑ کے مصر جانے ان کے استقبال ان کے ساتھ آنے والوں کی تعداد، پھر فرعون کے دربار کی گفتگو، ان کی جائے رہائش، حضرت یعقوبؑ کی موت ان کی وصیتیں اور بہت سی باتیں توریت میں قرآن سے زاید منقول ہیں اسی کے ساتھ واقعات کے بیان میں بہت زیادہ اطناب اور بے سود تکرار سے کام لیا گیا ہے تطویل کے خوف سے میں یہاں توریت سے بے سود تکرار کی ایک مثال پیش کرتا ہوں حضرت یوسف کے بھائی قحط کے سال غلہ لینے کے لیے، کنعان سے مصر آتے ہیں، اس کا بیان توریت میں یوں شروع ہوتا ہے۔

سو اسرائیل کے بیٹے اور آنے والوں میں ملے ہوئے خرید کرنے آئے کہ کنعان کے ملک میں کال

تھا اور یوسف ملک کا حاکم تھا کہ وہ ملک کے سارے لوگوں کے ہاتھ غلہ بیچتا تھا سو یوسف کے بھائی آئے اور اپنے سر کو زمین کی طرف جھکائے ہوئے اس کے حضور قائم ہوئے، یوسف نے اپنے بھائیوں کو دیکھا اور انھیں پہچان گیا پر اس نے آپ کو ناواقف بنایا اور ان سے سخت بولی بولا اور ان سے پوچھا تم کہاں سے آتے ہو؟ وے بولے کنعان کی زمین سے کھانے کی چیزیں مول لینے کو......

اور اس نے انھیں کہا کہ تم جاسوس ہو کر آتے ہو تاکہ اس زمین کی بُری حالت دریافت کرو انھوں نے اس سے کہا نہیں اے میرے خداوند تیرے غلام کھانے کی چیزیں مول لینے آئے ہیں، ہم سب سچے ہیں تیرے غلام جاسوس نہیں... تیرے غلام بارہ بھائی کنعان کے بیچ ایک ہی شخص کے بیٹے ہیں۔ اور دیکھو چھوٹا آج کے دن ہمارے باپ کے پاس ہے۔ اور ایک نہیں ملتا۔ تب یوسف نے انھیں کہا وہی جو میں نے تمھیں کہا کہ تم جاسوس ہو اسی سے تم امتحان کیے جاؤ گے، فرعون کی زندگی کی قسم کہ تم یہاں سے بغیر اس کے کہ تمھارا چھوٹا بھائی یہاں آوے جانے نہ پاؤ گے۔ ایک کو آپ میں سے بھیجو کہ تمہارے بھائی کو لاوے اور تم قید رہو تاکہ تمہاری باتیں جانچی جاویں کہ تم سچے ہو کہ نہیں اور نہیں تو فرعون کی جان کی قسم تم یقیناً جاسوس ہو" کتاب پیدائش باب ۴۲ آیت ۵ - ۱۶۔

اس کے بعد تین دن تک قید رہ کر شمعون کے علاوہ سب حضرت یعقوبؑ کے پاس جاتے ہیں اور وہاں اپنی پوری سرگذشت حضرت یعقوبؑ کو سناتے ہیں، اس کو توریت میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

"وہ شخص جو اس ملک کا مالک ہے ہم سے سختی سے بولا اور ہمیں زمین کے جاسوس ٹھیرایا ہم نے اسے کہا کہ ہم سچے آدمی ہیں، ہم جاسوس نہیں ہیں، ہم بارہ بھائی ایک باپ کے بیٹے ہیں۔ ہم میں سے ایک نہیں ملتا اور سب سے جو چھوٹا ہے آج اپنے باپ کے پاس زمین کنعان میں ہے، تب اس شخص نے جو ملک کا مالک ہے ہم کو کہا میں اب تمہیں جانچوں گا کہ سچے ہو کہ نہیں اپنا

ایک بھائی مجھ پاس چھوڑ دو۔ اور اپنے گھرانے کے لیے کال کی خورش لو اور جاؤ اور اپنے
چھوٹے بھائی کو میرے پاس لے آؤ تب میں جانچوں گا کہ تم جاسوس نہیں بلکہ
سچے ہو پھر میں تمہارے بھائی کو تمہارے حوالے کروں گا اور تم ملک میں سوداگری
کیجیو" پیدائش باب ۴۲ آیت ۳۰-۳۵-

یقیناً۔ یہ تطویل بے کار ہے، یہاں پر صرف یہ کہدینا کافی تھا کہ مصر آکر ان لوگوں نے اپنے
باپ سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اطناب کی مثالیں ملاحظہ فرمانی ہوں تو دیکھیئے باب ۴۱ آیت ۱ تا ۸ و ۱۹ تا ۲۴
بعض مقامات پر تو اس قدر اطناب اور تطویل سے کام لیا گیا ہے کہ پڑھتے وقت ایک کوفت سی
ہوتی ہے اور کلام بالکل بے مزا معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس کے مقابل میں قرآن کی بلاغت دیکھیے کہ ہر بات
اس قدر ایجاز اور اختصار سے بیان کرتا ہے کہ کلام کی شان و وقعت میں بھی فرق آنے نہیں پاتا اور مفہوم بھی
خوبی کے ساتھ ذہن نشین ہوجاتا ہے، توریت میں جس چیز کا بیان کئی سطروں میں ہوتا ہے۔ قرآن اسی بات کو
صرف چند جملوں میں ادا کردیتا ہے۔ بادشاہ کے خواب کی تفصیل توریت میں ۸ طویل آیتوں میں ہے لیکن قرآن
میں صرف اتنے الفاظ میں ادا کردیا ہے" قَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ
عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ اس خواب کو قرآن میں دو مرتبہ بیان کرنا پڑا،
ایک مرتبہ جب بادشاہ نے اس کو درباریوں کے سامنے بیان کیا دوسری مرتبہ جب ساقی نے تعبیر لینے کے لیے
حضرت یوسفؑ کے سامنے پیش کیا لیکن باوجود اس کے قرآن نے اس کو اس صفائی اور ایجاز کے ساتھ
بیان کیا کہ اس سے کسی قسم کی ناگواری نہیں پیدا ہونے پائی۔ توریت کے باب ۴۱۔ آیت ۹ تا ۱۲ میں جو
کچھ کہا گیا ہے قرآن نے اس کو ایک آیت میں بیان کردیا ہے۔ قَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ
اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ۔ توریت میں ایک موقع یہ ہے:۔

پھر انھوں نے یوسفؑ کی قبالی اور ایک بکری کا بچہ مارا اور اسے اس کے لہو میں تر کیا اور

انھوں نے اسی قبا کو آگے بھیجا اور اپنے باپ کے پاس لے آئے باب ۳۷۔ آیت ۳۱-۳۲۔ قرآن نے اتنی بات کو ایک جملہ میں ادا کر دیا ہے کہ وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ اس قسم کے ایجاز کی مثالیں اور سورتوں کو چھوڑ کر صرف سورۂ یوسف کے اندر متعدد ملتی ہیں لیکن اختصار کے خیال سے میں انھیں نظر انداز کرتا ہوں۔

توریت کے اطناب و تطویل و تکرار اور قرآن کے ایجاز اور اختصار کو دیکھنے کے بعد اس کے وجوہ و نتائج پر بھی غور کرنا چاہیے۔ کتاب اللہ تدبر کے لیے نازل کی گئی ہے۔ اخدا نے فرمایا ہے اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا غور و تدبر فی نفسہٖ مطلوب نہیں ہے بلکہ مقصود اصلی حقیقت شناسی اور معرفت ہے جو غور و تدبر سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی لیے قرآن میں قصص کے بیان میں ایجاز و اجمال سے کام لیا گیا تاکہ غور و فکر کی طاقت میں اضافہ ہو۔ دوسرے کتاب اللہ میں قصوں کے ذکر کی غرض محض تذکیر و موعظت ہے، اس لیے اشخاص و امکنہ کے نام وغیرہ کی تصریح نہیں کی جاتی کہ یہ اصل مقصد کے لیے بیکار ہے اور صرف انھیں اجزا کو بیان کیا جاتا ہے۔ جو اصل مقصد کے لیے مفید ہوں، قرآن میں کثرت سے انبیاء اور گذشتہ قوموں کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن اس طرح نہیں جس طرح ایک مورخ ہر چھوٹے بڑے واقعہ کا تذکرہ بالاستیعاب کرتا ہے بلکہ اس طرح کہ تذکیر و موعظت کے پہلو روشن ہو جائیں۔ توریت میں یہ نکتہ نظر انداز کر دیا گیا ہے اس لیے اس کے اندر غیر ضروری اجزاء درج ہیں۔ لہذا اگر توریت میں قرآن سے کچھ زاید باتیں ملیں تو اس پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

۲۔ قرآن میں توریت سے جو زاید باتیں ہیں، ان پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ قرآن کا تواتر اور صحت مسلم اور توریت کا محرف ہونا معلوم ہے۔ اور کسی دلیل سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ جو کچھ قرآن میں ہے ان سب کا توریت میں بھی ہونا ضروری ہے۔ اب دیکھیے ایسا کیوں ہوا۔ اوپر میں نے ذکر کیا ہے کہ قرآن میں قصص کے بیان کا مقصد محض تذکیر و موعظت ہے، اس لیے قرآن بعض واقعات کے غیر ضروری اجزا

کو حذف کر دیتا ہے کیونکہ ان کا ذکر مقصد کے اعتبار سے بے سود ہوتا ہے اور توریت میں اس کا خیال نہیں کیا جاتا اس لیے وہاں ایک ہی واقعہ کے متعلق قرآن کے بیان کردہ واقعات سے کچھ زاید باتیں بیان ہوئی ہیں، اسی طرح قرآن میں جو باتیں زیادہ ہیں اس کی وجہ بھی دراصل یہی ہے کہ توریت کے مرتب کرنے والوں نے ان واقعات کی روایت کا اصل مدعا نظرانداز کر دیا اس لیے بعض بے کار باتیں درج کر دیں اور بہت سی کار آمد باتیں حذف کر دیں لیکن قرآن جس طرح غیر ضروری اجزا کو اصل مقصد کے لحاظ سے بے کار سمجھکر حذف کر دیتا ہے اسی طرح ان اجزا کو جو ضروری ہوتے ہیں، ذکر کرتا ہے اگرچہ توریت اس سے خاموش ہو۔ سورۂ یوسفؑ کا توریت سے موازنہ کیجیے، آپ کو جو باتیں قرآن میں زائد معلوم ہوں گی، غور کرنے سے آپ کو خود یقین ہو جائیگا کہ ان کا ذکر اہم اور ضروری تھا۔ مثلاً توریت میں اگرچہ دُوراز کار باتیں بہت زیادہ ہیں لیکن زنان مصر کے کید کا جو حال قرآن میں مذکور ہے، اس کا توریت میں کہیں ذکر نہیں حالانکہ حضرت یوسفؑ کی سیرت میں درحقیقت سب سے زیادہ درخشاں واقعہ یہی ہے کہ انہوں نے عزیز کی بیوی اور دوسری عورتوں کی مختلف قسم کی تدبیروں اور فریب کاریوں کے باوجود بھی اپنی پاک دامنی پر کسی قسم کا دھبہ نہیں آنے دیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت یوسفؑ کا قصہ بیان کیا جائے لیکن خاص اس واقعہ کو نظرانداز کر دیا جائے جو ان کی زندگی میں بہت زیادہ اہم اور موثر ہو؟ اس لیے قرآن میں اگرچہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں اور لڑکوں کے نام اور حضرت یعقوبؑ کے ساتھ مصر میں داخل ہونے والوں کی تعداد اور دوسری باتیں مذکور نہیں لیکن اس نے تفصیل و صراحت کیساتھ اس واقعہ کو بیان کیا۔ اسی طرح جب دو شخصوں نے حضرت یوسفؑ کے سامنے تعبیر معلوم کرنے کے لیے اپنا خواب بیان کیا تو توریت کے بیان کے مطابق، انھوں نے خواب سننے کے ساتھ ہی یہ کہکر کہ تعبیر خدا کے ہاتھ میں ہے، تعبیر بتانی شروع کر دی، لیکن قرآن میں ہے کہ وہ موقع کو غنیمت سمجھکر پہلے ان کو تسکین دیتے ہیں کہ تم کو جو کھانا ملتا ہے، اس کے آنے سے قبل ہی میں تمھارے خوابوں کی تعبیر بتا دوں گا۔ اس کے بعد توحید اور معرفت الٰہی کا ایک نہایت موثر وعظ فرماتے ہیں جو موقع کے لحاظ سے نہایت بلیغ اور جامع ہے اور اس کے بعد پھر چند جملوں

میں خواب کی تعبیر بتا دیتے ہیں۔ قرآن کے اس بیان سے واضح ہوگیا کہ حضرت یوسفؑ صرف تعبیر خواب ہی نہیں بلکہ اس سے بدرجہا بلند نبوت اور اصلاح قوم کے منصب پر فائز ہیں لیکن توریت نے اس سے خاموشی اختیار کرلی۔ اسی طرح توریت نے ایک طرف تو یہاں تک تفصیل بیان کی کہ جس جانور کے خون سے قمیص رنگین کرکے وہ لے آئے تھے اس کو بھی واضح کر دیا لیکن یہ نہیں بیان کیا کہ اپنے جھوٹ کو فروغ دینے اور اپنے والد کو مطمئن کر دینے کے لیے انھوں نے کیا طریقہ اختیار کیا، قرآن نے انتہائی ایجاز کے ساتھ اس ایک جملہ میں اسے بیان کر دیا وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ۔ اسی طرح جس وقت عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسفؑ پر بدکاری کا الزام لگایا تو قرآن میں ہے کہ اسی عورت کے کسی عزیز نے یہ شہادت دی کہ إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ الخ قصہ کے آخر میں خاتمہ پر قرآن حضرت یوسفؑ کی دعا نقل کرتا ہے کہ رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ غور کیجیے کہ اگر اس دعا کو نقل نہ کیا جاتا تو یقیناً اس طویل قصہ کے بیان کرنے کی غرض بہت حد تک فوت ہو جاتی توریت میں بجائے اس کے دوسری غیر ضروری چیزوں کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے لیکن ان کی سیرت کی اس موثر چیز کا تذکرہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ (باقی)

فضل فونٹین پن

سینیر ۶؍۸ جونیر ۱۱؍

نیا اسٹاک آچکا ہے

خوبصورت پائدار قیمت واجبی علاوہ اس کے سامان اسٹیشنری و کاغذ وغیرہ خط و کتابت سے طلب فرمایئے

فدا علی محمد علی تاجر کاغذ پتھر گٹی حیدرآباد دکن